یہ ہے کہ یہ سب کے سب حضرت استاذ کے سرچشمۂ فیض ہی کا ثمرہ اور انہی کی پیدا کی ہوئی روح کا نتیجہ ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

ڈاکٹر اقبال مرحوم

واحسرتا! دو سال کی طویل علالت کے بعد اسلام کے مایۂ ناز فرزند ڈاکٹر سر محمد اقبال نے بتاریخ ۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء لاہور میں انتقال فرمایا، اور ہماری بزم علم و حکمت کو خالی چھوڑ کر رہگزائے عالم جاودانی ہوگئے۔ اقبال کا وجود عشقِ رسول کا پیکر تھا۔ آخیر عمر میں تو یہ حالت ہوگئی تھی کہ جہاں "مدینہ" یا آقائے مدینہ کا ذکر آیا اور بے ساختہ رونے لگے۔ ان کی شاعری علم و حکمت کے انمول موتیوں کا خزانہ اور اُنکی زبان حقیقت و معرفت ربانی کی ترجمان تھی۔ ان کا قلب اسلامی سوز و گداز سے معمور اور ان کا دماغ حب اسلام کے نشہ سے مخمور تھا۔ وہ اگرچہ انگلینڈ اور جرمنی کی اعلیٰ یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ تھے لیکن خمستانِ حجاز کی جس بادۂ ہوش افزا کے چند جرعے انھوں نے اپنی طفولیت کے ابتدائی دنوں میں لے لئے تھے اس کا نشہ کم ہونے کے بجائے دن بدن بڑھتا ہی گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی زندگی سراپا اسلامی سوز و گداز بن کے رہ گئی۔ اقبال نے اسلام کے دور عروج و تنزل کا بہت عمیق مطالعہ کیا تھا اور ان کی شاعری میں اسلام کے روشن مستقبل سے متعلق بہت کچھ امید افزا خیالات پائے جاتے ہیں۔ اقبال نے اپنا ترانہ اس وقت چھیڑا جبکہ ہنگامۂ غدر کے اثرات مابعد سے مسلمانوں پر انتہائی جمود و خمود کا عالم طاری تھا۔ اور اُنکے قومی و ملی احساسات پامال ہوچکے تھے اقبال نے اپنے حیات آفریں نغموں سے اس دل شکستہ قوم کو ابھارا اور زندگی کے احساس سے پھر انہیں معمور کردیا

ڈاکٹر اقبال مرحوم کی وفات حسرت آیات کا صدمہ ہمیں اس لئے بھی زیادہ محسوس ہوتا ہے کہ آں مرحوم میں اور ہمارے استاذ حضرت شاہ صاحبؒ میں ایک خاص قلبی ارتباط تھا۔ ڈاکٹر صاحب علوم اسلامیہ میں حضرت شاہ صاحب کو اپنا مرشد و رہنما جانتے تھے اور دل و جان سے اُن کی عزت کرتے تھے۔ چنانچہ خطبات مدراس جو "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" کے نام سے شائع ہوچکے ہیں انہیں

ڈاکٹر صاحب نے حضرت شاہ صاحب سے اپنے علمی استفادہ کا برملا اعتراف کیا ہے اُدھر حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر صاحب کی علمیت لیاقت، اسلام پرستی و نفر منشی کی قدر کرتے تھے اور دونوں میں مراسلت کا سلسلہ جاری تھا۔ دیوبند سے حضرت شاہ صاحب کی علیحدگی کے بعد ڈاکٹر صاحب کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح حضرت مرحوم لاہور میں مستقل قیام کرنا منظور فرمالیں لیکن چند در چند موانع کے باعث ایسا نہ ہو سکا

حضرت شاہ صاحب سے اس خاص تعلق کے علاوہ ندوۃ المصنفین جن اغراض و مقاصد کے ماتحت قائم ہوا ہے ڈاکٹر اقبال مرحوم کو ان سے خاص دلچسپی تھی اور اپنی گفتگو میں ان کی اہمیت کو بڑے زور سے بیان کرتے تھے، علی الخصوص فقہ کی جدید ترتیب و تدوین کا مسئلہ اُنکی نظر میں بڑی اہمیت رکھتا تھا اور حضرت شاہ صاحب سے بھی بارہا اس کا تذکرہ کر چکے تھے اس بنا پر ندوۃ المصنفین کے بتدائی قیام سے ہی ہمارا ارادہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو اپنے ادارہ کے بورڈ آف ٹرسٹیز میں شامل کریں اور ہمیں قوی توقع تھی کہ آں مرحوم ہماری اس خواہش کو مسترد نہ کرتے۔

صد حیف کہ ابھی ہم ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کرنے کے لئے لاہور کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ اچانک ان کی وفات کی اطلاع آگئی اور ہمارا یہ منصوبہ دل کا دل ہی میں رہ گیا

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد   ولکنہ بنیان قوم تھدما

حق تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے اور اپنی بیش از بیش نعمتوں سے نوازے۔ آمین ثم آمین

حضرت مولانا سید سراج احمد رشیدی مرحوم

اس سلسلہ میں ہم کو اپنے استاذ حضرت مولانا سید سراج احمد رشیدی کا بھی ماتم کرنا ہے۔ حضرت مولانا دیوبند کے قدیم اساتذہ میں سے تھے۔ القاسم کے دور اول میں اس کی ادارت کے فرائض آپ سے متعلق تھے صاحب علم و فضل ہونے کے ساتھ صاحب باطن تھے حضرت مولانا گنگوہی سے نسبت حاصل تھی بیحد ذاکر شاغل، وضع کے پابند، اخلاق و مروت کا مجسمہ، بزرگانہ خصائل و شمائل کے پیکر، طلبہ کے مونس و غمخوار